

صلوة وسلام قبل الاذان



بسم الله الرحمن الرحيم. الحمد لله رب العالمين والصلوة والسلام

على سيدنا ومولانا محمد وعلى اله واصحابه اجمعين . اما بعد۔

بہت سارے مسلمان احباب کی جانب سے پرزور اصرار تھا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کے مسئلہ پر کچھ تحریر کیا جائے۔ اس حوالہ سے سب سے پہلی گزارش یہ ہے کہ:-

کیا اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام علمائے بریلی نے شروع کیا ہے؟

۱۔ علامہ امام شمس الدین محمد بن عبد الرحمن المخاوی الشافعی (المتوفی

۹۰۲ھ) اپنی

کتاب ”القول البدیع فی الصلوٰۃ والسلام علی الحبيب الشفیع“ صفحہ

۱۹۵، ۱۹۶ (مطبوعہ دارالکتب العلمیہ - بیروت) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

قد احدث المؤذنون الصلوٰۃ والسلام علی رسول الله صلى الله تعالى

عليه واله وسلم عقب الاذان للفرائض الخمس الا الصبح والجمعة

فانهم يقدّمون ذلك فيها علی الاذان والا المغرب فانهم لا يفعلونه

اصلاً لضيق وقتها وكان ابتداء حدوث ذلك من ايام السلطان صلاح

الدين ابی المظفر يوسف بن ايوب وامره واما قبل ذلك فانه لما قتل

الحاكم ابن العزيز امرت اخته ست الملك ان يسلم علی ولده

الظاهر فسلم عليه بما صورته السلام علی الامام الظاهر ثم استمر

السلام علی الخلفاء بعده خلفا بعد سلف الى ان ابطله الصلاح

المذکور جو زی خیراً“

یعنی ”مؤذنین حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر جو صلوٰۃ و سلام اذان کے فوراً بعد پڑھتے ہیں ظہر، عصر، عشاء میں اور فجر اور جمعہ میں اذان سے پہلے پڑھتے ہیں اور مغرب میں وقت کی تنگی کے پیش نظر بالکل نہیں پڑھتے اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی (رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ) کے دور سلطانی میں انہیں کے حکم پر ہوا۔ اور اس سے پہلے جب مصر میں اسماعیلیہ کا حکمران حاکم بن العزیز قتل ہوا تھا ۳۱۱ھ میں تو اس کی بہن ست الملک نے حکم جاری کیا تھا کہ حاکم کے بیٹے ظاہر پر اذان کے ساتھ سلام بھیجا جائے۔ اس کی صورت یہ ہوتی تھی کہ مؤذنین اذان کے ساتھ یوں کہتے ”السلام علی الامام الظاہر“ پھر اس کے بعد تمام اسماعیلی عبیدی حکمرانوں میں یہ سلسلہ جاری رہا کہ ہر حکمران پر اذان کے ساتھ سلام پڑھا جاتا تھا، یہاں تک کہ اسے سلطان صلاح الدین ایوبی مذکور نے باطل کیا۔ اللہ اسے جزائے خیر عطا فرمائے“

۲۔ عارف باللہ امام عبد الوہاب بن احمد اشعرنی (المتوفی ۹۷۳ھ) اپنی کتاب ”کشف الغمہ عن جمیع الامۃ“ صفحہ ۹۵ (مطبوعہ دار الکتب العلمیہ - بیروت) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

”خاتمہ“ قال شیخنا رضی اللہ عنہ لم یکن التسلیم الذی یفعلہ المؤذنون فی ایام حیاتہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ولا الخلفاء الراشدين، قال، کان فی ایام الروافض بمصر شرعوا التسلیم علی الخلیفۃ ووزرائہ بعد الاذان الی ان توفی الحاکم بامر اللہ وولوا اختہ

فسلموا عليها وعلى وزرائها من النساء - فلما تولى الملك العادل صلاح الدين بن ايوب فابطل هذه البدع وامر المؤذنين بالصلوة والسلام على رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم بدل تلك البدعة وامر بها اهل الامصار والقرى فجزاه الله خيرا“

یعنی ”ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم اور آپ کے خلفائے راشدین کے دور مقدس میں نہ تھا۔ فرمایا کہ مصر میں رافضیوں نے اپنے خلفاء پر اور وزراء پر اذان کے بعد سلام شروع کر رکھا تھا۔ یہاں تک کہ جب ان کا حکمران حاکم بامر اللہ قتل ہوا تو رافضیوں نے اس کی بہن کو حکمران مقرر کیا۔ لہذا اس عورت ست الملک اور اس کی وزراء خواتین پر اذان کے ساتھ سلام پڑھا گیا۔ پھر جب سلطان عادل حضرت صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ مصر کے سلطان بنے تو انہوں نے ان تمام بدعتوں کو ختم کیا اور تمام شہروں اور دیہاتوں میں حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر اذانوں کے ساتھ سلام پڑھنے کا حکم جاری کیا۔ اللہ تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے“

۳۔ محدث جلیل امام جلال الدین سیوطی (المتوفی ۹۱۱ھ) اپنی کتاب ”کتاب الوسائل الى معرفة الاوائل“ صفحہ ۴۶، ۴۷ (مطبوعہ کاتر رضا کجرات۔ انڈیا) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

اول ما زيد الصلوة والسلام بعد كل اذان المنارة في زمن السلطان المنصور حاجي بن الاشرف شعبان بن حسين بن الناصر محمد بن منصور بامر المحتسب نجم الدين الطنبدى و ذلك في شعبان سنة

احدی وتسعين وسبعمائه وكان حدث قبل ذلك في ايام السلطان صلاح الدين بن ايوب ان يقال قبل اذان الفجر في كل ليلة بمصر والشام السلام على رسول الله واستمر ذلك الى سنة سبع وتسعين وسبعمائه فزيد بامر المحتسب صلاح الدين البرلسي ان يقال ” الصلوة والسلام عليك يا رسول الله “ ثم جعل عقب كل اذان سنة احدي وتسعين وسبعمائه “

یعنی ” منارہ پر اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام شعبان المعظم ۷۹۱ھ میں سلطان منصور حاجی بن اشرف شعبان بن حسین الناصر محمد بن منصور کے دور میں محتسب نجم الدین الطنبزی کے حکم پر شروع ہوا اور اس سے پہلے سلطان صلاح الدین بن ایوب علیہ الرحمۃ کے زمانے میں ہر رات اذان فجر سے پہلے ” السلام علی رسول اللہ “ شروع کیا گیا۔ یہ سلسلہ مصر و شام میں جاری رہا یہاں تک کہ ۸۶۷ھ میں محتسب صلاح الدین البرلسی کے حکم پر ” الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ “ پڑھے جانے کا حکم جاری ہوا اور پھر ہر اذان کے ساتھ ۸۹۱ھ میں شروع کیا گیا۔

۳۔ علامہ محقق فقیہ الشیخ علاء الدین محمد بن علی الحنفی (المتوفی ۱۰۸۸ھ) الدر المختار علی تنویر الابصار جلد ۲ صفحہ ۷۰، ۷۱ (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ۔ کوئٹہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

فتاۃ: ”التسليم بعد الاذان حدث في ربيع الاخر سنة سبعمائه واحدي وثمانين في عشاء ليلة الاثنين ثم يوم الجمعة ثم بعد عشر سنين حدث في الكل الا المغرب ثم فيها مرتين وهو بدعة حسنة“

یعنی اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام پیر کی رات، ربیع الثانی ۸۱ھ میں شروع کیا گیا پھر جمعہ کے دن پھر دس سال بعد سوائے مغرب کے ہر اذان کے ساتھ پھر اذان مغرب کے ساتھ بھی دوسرے۔ یہ تمام بدعت حسنہ ہے۔

۵۔ درج بالا عبارات کی شرح میں علامہ فقیر سید محمد امین ابن عبدین شامی (المستوفی ۱۲۳۸ھ) رد المحتار علی الدر المختار جلد ۲ صفحہ ۷۰، ۷۱ (مطبوعہ رشیدیہ۔ کوئٹہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

قوله (سنة ۷۸ھ) كذا في النهر عن حسن المحاضرة للسيوطي ثم نقل عن القول البليغ للسخاوي انه في ۷۹ھ وان ابتدائه كان في ايام السلطان الامير صلاح الدين بامر هـ - قوله (ثم فيها مرتين) اي في المغرب كما صرح به في الخزان لكن لم يقله في النهر ولم اره في غيره وكان ذلك كان موجوداً في زمن الشارح او المراد به ما يفعل عقب اذان المغرب ثم بعده بين العشائين ليلة الجمعة والاثنين وهو المسمى في دمشق تذكيراً - كالذي يفعل قبل اذان الظهر يوم الجمعة ولم ار من ذكره ايضاً - قوله (وهو بدعة حسنة) قال في النهر عن القول البليغ والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة“

یعنی صاحب در مختار کا یہ فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام ۸۱ھ میں شروع ہوا اس بات کو فقہ حنفی کی کتاب ”النہر الفائق“ میں امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ”حسن المحاضرة“ کے حوالے سے بھی نقل کیا گیا ہے۔

پھر اسی ”النہر الفائق“ میں امام سخاوی کی ”القول البليغ“ کے حوالے سے بتایا

گیا ہے کہ اس کا آغاز سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے زمانہ میں ہوا۔ آگے علامہ شامی فرماتے ہیں۔ مغرب کی اذان کے ساتھ دو مرتبہ صلوٰۃ وسلام کی بات ”فقہ حنفی کی کتاب خزائن میں بھی بیان کی گئی ہے۔ لیکن ”النہر الفائق“ میں یا دیگر کتابوں میں مغرب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کی بات میں نے نہیں دیکھی کو یا کہ مغرب کے ساتھ صلوٰۃ وسلام صاحب درمختار کے دور میں موجود تھی یا پھر اس سے مراد وہ صلوٰۃ وسلام ہے جو مغرب کی اذان کے بعد پھر جمعہ اور پیر کی راتوں میں مغرب وعشاء کے درمیان پڑھی جاتا ہے جسے دمشق میں تذکیر کہتے ہیں۔ اس تذکیر کا ذکر بھی میں نے کسی کتاب میں نہیں دیکھا۔

پھر علامہ شامی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں:- صاحب درمختار کا فرمانا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام بدعت حسنہ ہے۔ یہ بات ”النہر الفائق“ میں ”القول البلیغ“ کے حوالے سے نقل کی گئی ہے کہ تمام اقوال میں درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہی ہے۔

۶۔ علامہ سید احمد الخطاوی الحنفی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) اپنے حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ (مطبوعہ نور محمد صالح المطابع کراچی) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

وفي الدرّة المنيفة..... واول ما زيدت الصلوة على النبي صلى الله تعالى عليه واله وسلم بعد الاذان على المنارة في زمن حاجي بن اشرف شعبان بن حسين بن محمد بن قلاوون بامر المحتسب نجم الدين الطلبندي وذلك في شعبان سنة احدى وتسعين وسبع مائة كذا في الاوائل للسيوطي والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة“

یعنی الدرۃ المنیفة میں ہے کہ اذان کے بعد مینارہ کے نو پر نبی کریم علیہ السلام پر جو صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے اس کا آغاز ۷۹ھ میں حاجی بن اشرف علیہ الرحمۃ کے دور میں محتسب نجم الدین المظہدی کے حکم سے ہوا۔ امام جلال الدین سیوطی کی کتاب ”الاوائل“ میں اسی طرح ہے اور سب سے درست قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔ دور حاضر کے عظیم فقہی محقق علامہ عبدالرحمن الجزیری اپنی کتاب ”کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ“ جلد اول صفحہ ۲۹۶ (مطبوعہ مرکز اہل سنت برکات رضا کجرات۔ انڈیا) پر ارشاد فرماتے ہیں:۔ الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم عقبہ مشروعہ بلا خلاف سواء کانت من المؤذن او من غیرہ لما رواہ مسلم من ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم قال اذا سمعتم المؤذن فقولوا مثل ما یقول ثم صلوا علی عام یشمل المؤذن وغیرہ من السامعین ولم ینص الحدیث ان تكون سرا وقد صرح الشافعیہ والحنابلہ بانہا سنہ الخ

یعنی اذان کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر صلوٰۃ و سلام بغیر کسی اختلاف کے شرعاً جائز ہے چاہے مؤذن اذان کے بعد پڑھے یا دیگر سامعین۔۔۔۔ کہ مسلم شریف میں نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا فرمان گرامی موجود ہے کہ ارشاد فرمایا جب مؤذن کی اذان سنو تو اس کا جواب دو اور اذان کے بعد مجھ پر صلوٰۃ پڑھو“ یہ حکم عام ہے جو مؤذن اور ہر اذان سننے والے مسلمان کو شامل ہے اور آہستہ صلوٰۃ پڑھنے کی حدیث میں کوئی نص نہیں (لہذا اذان کے بعد صلوٰۃ و سلام مؤذن جو اونچی آواز میں پڑھتا ہے جائز ہے) آگے جا کر فرمایا کہ:۔ اذان کے بعد صلوٰۃ

وسلام کے جائز ہونے کی علمائے شافعیہ اور علمائے حنابلہ نے تصریح فرمائی ہوئی ہے۔

۸۔ حرمین شریفین کے مفتی اور امام حرم مکہ حضرت سید احمد بن زینی دحلان کی رحمة اللہ علیہ اپنی کتاب ”الدرر السنية في الرد على الوهابية“ (صفحہ ۳۱ مطبوعہ مکتبہ مدینہ شریف - استنبول - ترکی) پر ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی میں جہاں دوسری اور بہت ساری خرابیاں موجود تھیں ان میں ایک یہ تھی کہ ”کان ینہی عن الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم ینادی من سماعہا ینہی عن الاتیان بہا لیلۃ الجمعة وعن الجہر بہا علی المنائر ویوذی من یفعل ذلک ویعاقبہ اشد العقاب حتی انہ قتل رجلا اعمی کان مؤذنا صالحاً اذا صوب حسن نہاء عن الصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فامر بقتله فقتل ثم قال ان الریابت فی بیت الخاطئة یعنی الزانیۃ اقل اثما ممن ینادی بالصلوة علی النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم فی المنائر“

یعنی شیخ محمد بن عبد الوہاب نجدی حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر صلوة وسلام سے منع کیا کرتا تھا اور دور وسلام کے سننے سے اسے تکلیف ہوا کرتی تھی اور جمعرات کو اونچی آواز کے ساتھ پڑھنے سے روکا کرتا تھا۔ اسی طرح میناروں پر مؤذنین کو اونچی آواز کے ساتھ صلوة وسلام سے روکتا تھا اور اس پر بڑی شدید سزائیں دیا کرتا تھا یہاں تک کہ ایک نابینا مؤذن جو بڑا صالح اور اچھی آواز والا تھا اس کو صرف اسی وجہ سے قتل کروادیا کہ اس نے اذان کے ساتھ مینارہ پر صلوة وسلام پڑھا ہے اور یہ کہتا تھا کہ کسی پر زانیہ عورت کے گھر میں زنا کی تہمت کا گناہ تھوڑا ہے مگر اذان کے

ساتھ صلوٰۃ وسلام کا گناہ زیادہ ہے۔ (نعوذ باللہ من هذا القول الشیع) بہر حال واضح ہوا کہ حرم شریف پر وہابی حکومت کے آنے سے قبل تک اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام موجود تھا اور مفتیان حرم کے نزدیک بالکل جائز و مشروع تھا تب ہی تو اس کے بند کرنے پر علمائے اہل سنت حرمین شیخ نجدی کے خلاف لکھ رہے ہیں۔

درج بالا یہی بات علامہ السید احمد بن زینی دحلان مکی نے ”الدرر السنیۃ“ کے صفحہ ۵۲ پر بھی لکھی ہے۔

نتیجہ و بحث

- درج بالا تمام کی تمام بحث سے یہ نتیجہ واضح ہوا کہ:-
- ۱۔ اذان کے ساتھ اپنے حکمرانوں پر سلام عبیدی، اسماعیلی حکمرانوں نے حاکم بامر اللہ کے قتل کے بعد ۴۱۱ھ میں مصر میں شروع کیا تھا۔
 - ۲۔ ان کے اس غلط فعل اور قبیح رسم کو ختم کرنے کے لیے ۵۶۷ھ میں حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی (المتوفی ۵۸۳ھ) نے اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا اجرا کیا۔
 - ۳۔ حضرت سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمۃ کے دور سلطنت ۵۶۷ھ سے ۶۹۱ھ تک اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام صرف مصر و شام میں جاری رہا۔
 - ۴۔ پھر ۶۹۱ھ میں حاجی الاشرف شعبان بن حسین رحمۃ اللہ علیہ کے دور سے تمام عالم اسلام میں حرمین شریفین سمیت جاری ہو گیا۔
 - ۵۔ وہابی حکومت کے آنے سے قبل تک حرمین شریفین میں بھی اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام جاری رہا۔

۶۔ درج بالا میں ہم نے آٹھ کتب معتبرہ کے حوالہ سے درج بالا پانچ نکات واضح کئے جس سے قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کوئی علمائے اہل سنت بریلوی نے شروع نہیں کیا بلکہ آج (شعبان المعظم ۱۴۳۱ھ) سے آٹھ سو چونتھ سال قبل ۵۶۷ھ میں شروع ہوا اور اس وقت سے عالم اسلام میں جاری وساری ہے۔ لہٰذا ہر وہ صاحب جو یہ سمجھتا ہے کہ صلوٰۃ وسلام مع الاذان علمائے بریلی کی ایجاد ہے وہ اپنا ریکارڈ درست فرمالے۔

۷۔ ذکر کئے گئے حوالہ جات سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام کا مسئلہ الدر المختار، ردالمحتار للشامی، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح، کشف الغمہ لامام الشعرانی، القول البلیع للسخاوی، کتاب الاوائل، اور حسن المحاضرة للسیوطی، الدر المنیفة، الدر النسیة کتاب الفقہ علی المذاهب الاربعہ للجزیری اور النہر الفائق، وغیر ہا کتب معتبرہ میں موجود ہے۔

۸۔ مذکورہ حوالہ جات سے یہ بھی واضح ہوا کہ

☆ علامہ سید محمد امین ابن عابدین شامی حنفی۔

☆ علامہ علاء الدین محمد بن علی الحصفکی الحنفی۔

☆ علامہ سید احمد طحطاوی حنفی۔

☆ علامہ محمد بن عبد الرحمن سخاوی شافعی۔

☆ علامہ امام عبد الوہاب شعرانی شافعی۔

☆ علامہ سید احمد بن زینی دحان مکی شافعی۔

☆ علامہ جلال الدین سیوطی شافعی۔

☆ علامہ عبدالرحمن الجزیری۔

نے واضح تصریحات فرمائیں ہیں کہ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام جائز اور شروع ہے بدعت سنہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ ہے جو جتنی اچھی نیت سے پڑھے گا اتنا زیادہ اجر و ثواب حاصل کرے گا۔

کیا اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام سے اذان میں اضافہ ہو جاتا ہے؟

۱۔ صحیح بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۸ کتاب الاذان باب الاذان
للمسافر الخ (مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) پر ہے۔

حدثنا مسدد قال اخبرنا يحيى عن عبيد الله بن عمر قال حدثني نافع
قال اذن ابن عمر في ليلة باردة بضجنان ثم قال صلوا في رحالكم
فاخبرنا ان رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم كان يامر مؤذنا
يؤذن ثم يقول على اثره الا صلوا في الرحال في الليلة الباردة
او المطيرة في السفر“

یعنی حضرت نافع تابعی ارشاد فرماتے ہیں کہ مکہ مکرمہ سے پچیس میل کے فاصلے پر واقع
ضجنان پہاڑ پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے اذان دی سردرات میں
پھر اذان کے بعد فرمایا صلوا فی رحالکم اور ہمیں خبر دی کہ بے شک رسول اللہ
صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم سفر میں سردرات میں یا بارش والی رات میں مؤذن
کو حکم دیتے تھے کہ اذان پڑھو اور اذان کے بعد یہ کہہ دو الا صلوا فی الرحال“

حدیث درج بالا سے پتہ چلا کہ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم حالت سفر میں سردی اور بارش کے موقع پر مؤذن کو حکم دیتے تھے کہ اذان کے فوراً بعد اونچی آواز میں یہ اعلان کر دو الاصلو ا فی الرحال یعنی اپنی اپنی جگہ میں نماز پڑھ لو۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے وصال اقدس کے بعد حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اس پر عمل فرمایا جیسا کہ حدیث بالا میں ذکر ہوا۔

جس سے نتیجہ نکلا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما اس حدیث کے راوی کا اعتقاد ہے کہ جب بھی ایسی حالت ہوگی تو اذان کے فوراً بعد مؤذن اونچی آواز سے کہہ دے ”الاصلو ا فی الرحال“

۱۔ حدیث درج بالا کی شرح میں حافظ ابن حجر (المتوفی ۸۵۲ھ) فتح الباری جلد ۲ صفحہ ۱۱۳ (مطبوعہ مکتبہ سلفیہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

(ثم يقول في اثره) صريح في ان القول المذكور كان بعد فراغ الاذان یعنی اس حدیث شریف میں تصریح ہے کہ الاصلو ا فی الرحال اذان سے فارغ ہونے کے بعد ہوتا تھا۔

۲۔ علامہ امام بدرالدین محمود عینی حنفی (المتوفی ۸۵۵ھ) عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۱۳ (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

(ثم يقول) يشعر بان القول به كان بعد الاذان ”یعنی“ الاصلو ا فی الرحال ”اذان کے بعد تھا۔

۳۔ ملک الحمد شین علامہ محمد طاہر القسبی (المتوفی ۹۸۶ھ) مجمع بحار الانوار جلد ۲ صفحہ ۳۰۷ (مطبوعہ دارالایمان مدینہ منورہ) پر ارشاد فرماتے ہیں:-

قوله ثم يقول ظاهره انه بعد الفراغ من الاذان ، ظاهريہ ہے کہ اذان سے فراغت کے بعد کہا جائے گا۔

۴۔ علامہ انور شاہ کشمیری محدث دیوبندی انوار الباری شرح صحيح البخاری جلد ۶ جز ۱۵ صفحہ ۲۳۹ (مطبوعہ ادارہ تالیفات اشرفیہ۔ ملتان) پر فرماتے ہیں:- قوله الاصلوا في الرحال پر فرمایا کہ غالباً یہ اعلان اذان پوری ہونے کے بعد ہی ہوگا۔

۵۔ علامہ محمد زکریا سہارنپوری دیوبندی اوجز المسالك الى مؤطا امام مالک جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ۔ ملتان) پر فرماتے ہیں:-

”والظاهر انه قال ذلك بعد الفراغ من الاذان“ یعنی ظاہریہ ہے کہ الاصلوا في الرحال اذان مکمل ہونے کے بعد ہی ہوگا۔

درج بالا تمام حوالہ جات سے واضح ہوا کہ امام بخاری، مسلم، ابوداؤد و نسائی، امام مالک امام احمد بن حنبل علیہم الرحمة کی طرح درج بالا شارحین محدثین نے حدیث مذکور کی صحت کو بھی تسلیم کیا اور یہ بھی واضح کیا کہ اذان کے فوراً بعد الاصلوا في الرحال پڑھا گیا حالت سفر میں سردی اور بارش والی رات میں۔

صحيح مسلم شريف جلد اول صفحہ ۲۳۳ کتاب الصلوة باب الصلوة في الرحال في المطر (مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) پر ہے:-

حدثنا محمد بن عبد الله بن نمير حدثنا ابي حدثنا عبد الله حدثني نافع عن ابن عمر انه نادى بالصلوة في ليلة ذات برد وريح ومطر فقال في آخر نداءه الا صلوا في رحالكم الا صلوا في الرحال ثم قال ان رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم كان يامر المؤذن اذا كانت

ليلة باردة او ذات مطر في السفر ان يقول الا صلوا في رحالكم۔

یعنی حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سردی آندھی اور بارش و لی رات میں اپنی اذان کے آخر میں الا صلوا فی رحالکم الا صلوا فی رحالکم پڑھتے تھے اور اسے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا اس حالت میں مبارک طریقہ بتاتے تھے حالت سفر میں۔

اذان یقیناً اللہ اکبر سے شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہوتی ہے اگر اذان مکمل ہونے کے بعد ضرورت کے وقت مؤذن کا کچھ کلمات پڑھنے سے اذان میں اضافہ ہو جاتا ہے تو امت کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے یہ مبارک طریقہ کیوں جاری فرمایا ہے؟ صاف پتا چلا کہ ضرورت کے وقت اذان کے بعد کچھ مخصوص کلمات پڑھنے سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جاتا ورنہ آتائے کریم علیہ التحیۃ والتسلیم کبھی یہ طریقہ جاری نہ فرماتے۔ نہ ہی حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں یہ رائج اور جاری ہوتا۔

اذان کے بعد کی بات تو تمام اہل علم پر واضح ہے جب کہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما تو اثنائے اذان میں ایسی حالت میں ان کلمات کے جواز کے قائل ہیں۔

چنانچہ صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۲۳۲ (مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی) پر ہے:- حدثني علي بن حجر السعدي حدثنا اسماعيل عن عبد الحميد صاحب الزیادی عن عبد اللہ بن الحارث عن عبد اللہ بن عباس انه قال لمؤذنه في يوم مطير اذا قلت اشهد ان لا اله الا الله اشهد ان محمدا رسول الله فلا تقل حيي على الصلوة قل صلوا في بيوتكم قال فكان

الناس استكرو اذاک فقال اتعجبون من ذا؟ قد فعل ذامن هو خير منی
ان الجمعة عزمة وانى کرهت ان اخرجکم فتمشوا فی الطین
والدحض -

یعنی عبداللہ بن حارث تابعی فرماتے ہیں کہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ
تعالیٰ عنہما نے بارش والے دن اپنے مؤذن کو حکم فرمایا کہ اذان میں حسی علی
الصلوة نہ کہنا بلکہ اسی جگہ صلوا فی بیوتکم کہنا عبداللہ بن حارث کہتے ہیں کہ
لوگوں نے گویا کہ حضرت ابن عباس کی بات کو پسند نہیں فرمایا تو آپ نے ارشاد فرمایا
کہ کیا تم اس بات سے تعجب کر رہے ہو حالانکہ یہ بات مجھ سے بھی افضل ہستی (یعنی نبی
علیہ السلام) نے فرمائی ہے۔ بے شک جماعت ایک وجوہی امر ہے میں نے پسند
نہیں کیا کہ تمہیں حرج میں ڈالوں کہ تم لوگ کچھ اور گارے میں چلتے آؤ۔

درج بالا حدیث شریف کی شرح میں علامہ امام محی الدین شرف نووی (المستوفی
۶۷۶ھ) شرح صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۲۳۲ پر ارشاد فرماتے ہیں:-

فی حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ ان یقول الا صلوا فی رحالکم فی
نفس الاذان و فی حدیث ابن عمر انہ قال فی آخر ندائہ والامر ان
جائز ان نص علیہما الشافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ فی الام فی کتاب الاذان
وتابعہ جمہور اصحابنا فی ذلک فیجوز بعد الاذان و فی اثنائہ لثبوت
السنة فیہما لکن قوله بعده احسن لیبقی نظم الاذان علی وضعہ الخ
یعنی حدیث ابن عباس میں ہے کہ الا صلوا فی رحالکم اذان کے اندر کہنا ہے
جب کہ حدیث ابن عمر میں ہے کہ اذان کے بعد کہنا ہے اور یہ دونوں طریقے جائز ہیں

امام شافعی نے اپنی کتاب الام کے باب الاذان میں اس پر نص وارد فرمائی ہے اور ہمارے جمہور اصحاب شافعیہ نے امام شافعی کی اتباع میں یہی قول کیا ہے کہ اذان کے اندر بھی ایسا کہنا جائز ہے سنت سے ثابت ہے اور اذان کے بعد بھی جائز ہے البتہ اذان کے بعد کہنا زیادہ اچھا ہے۔ تاکہ اذان کے الفاظ اپنی وضع پر قائم رہیں۔

علامہ محدث ابن رجب حنبلی (المتوفی ۷۹۵ھ) اپنی شہرہ آفاق شرح صحیح بخاری مسمی بہ فتح الباری جلد ۴ صفحہ ۲۲۶ میں ارشاد فرماتے ہیں:-

وَكُنَّا فِهْمَةَ الشَّافِعِيِّ فَانْهَ قَالَ فِي كِتَابِهِ اِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ مَطِيْرَةِ اَوْ ذَاتِ رِيْحٍ وَظُلْمَةٍ يَسْتَحِبُّ اَنْ يَقُوْلَ الْمُؤَذِّنُ اِذَا فَرَغَ مِنْ اِذَا نِهِ اَلَا صَلُّوْا فِى رَحَالِكُمْ فَاِنْ قَالَ فِى اِثْنَاءِ الْاِذَا نِ بَعْدَ الْحَيْعِلَةِ فَلَا بَاسَ وَكُنَّا قَالِ عَامَةً اَصْحَابَهُ سِوَى اَبِي الْمَعَالِىِّ فَانْه اسْتَبْعَدَ ذَلِكَ اِثْنَاءَ الْاِذَا نِ وَاَمَّا اَلَا بَدَالٍ بِالْحَيْعِلَتَيْنِ بِقَوْلِهِ اَلَا صَلُّوْا فِى الرَّحَالِ فَانْه اَغْرَبَ وَاَغْرَبَ۔

یعنی حضرت امام شافعی نے اسی طرح سمجھا ہے پس بے شک انہوں نے اپنی کتاب میں فرمایا کہ جب رات بارش والی ہو یا آندھی اور اندھیرے والی ہو تو مستحب ہے کہ مؤذن اذان سے فراغت کے بعد اَلَا صَلُّوْا فِى رَحَالِكُمْ کہہ دیا کرے اور اگر حیسی علی الفلاح کے بعد اذان کے اندر بھی کہہ دے تو کوئی حرج نہیں اور امام ابوالمعالی کے سوا باقی تمام شافعی علماء اسی طرح کہتے ہیں۔ ابوالمعالی اذان کے اندر کہنے کو بعید قرار دیتے ہیں اور حیسی علی الصلوٰۃ اور حیسی علی الفلاح کی جگہ اذان کے اندر اَلَا صَلُّوْا فِى الرَّحَالِ کہنا یہ بڑا غریب قول ہے۔

علمائے دیوبند میں علامہ محمد زکریا سہارنپوری (المتوفی ۱۴۰۲ھ) اوجز المسالک

جلد ۱ صفحہ ۱۹۴ (مطبوعہ مکتبہ امدادیہ۔ ملتان) پر فرماتے ہیں:-

قال النووی فی حلیث ابن عمر انها فقال بعد الاذان وفی حلیث ابن عباس عند الصحیحین انها فقال فی الاذان۔

یعنی امام نووی شافعی نے ارشاد فرمایا کہ:- حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی حدیث میں ہے کہ الا صلوا فی الحال اذان کے بعد کہا جائے گا اور بخاری و مسلم میں حدیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں ہے کہ اذان کے اندر کہا جائے گا۔

اگلی گزارش میں یہ بھی کروں گا کہ اس مسئلہ پر آنے والی احادیث ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو دیکھا جائے تو اس میں سفر کی قید بھی نہیں ہوتی اور یہی مذہب امام مسلم علیہ الرحمۃ کا ہے کہ آپ صحیح مسلم شریف میں اس مضمون کے تحت آنے والی روایات کو ملاحظہ فرمائیں آپ کو کہیں بھی سفر کی قید نظر نہ آئے گی۔ جس سے واضح ہوا کہ حضرت عبداللہ بن عباس اور امام احمد شین امام مسلم حضر میں بھی، اگر بارش ہو آندھی ہو یا رات بہت زیادہ تاریک ہو تو اذان کے اندر الا صلوا فی حالکم کے اعلان کو جائز سمجھتے ہیں۔

www.nafseislam.com

استدراک

اذان ایک امر شرعی ہے اور اس کے الفاظ توقیفی ہیں اللہ اکبر سے اذان شروع ہوتی ہے اور لا الہ الا اللہ پر ختم ہو جاتی ہے۔ حضرت شارع علیہ السلام کے علاوہ کوئی اپنی جانب سے اس میں رد و بدل یا اضافہ نہیں کر سکتا۔ اذان فجر میں

”الصلوة خیر من النوم“ کے کلمات خود حضرت شارع علیہ السلام نے رکھوائے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں وارد ہے اسی طرح مرفوع احادیث میں ”الاصلوا فی الرحال“ کے کلمات خود حضور نبی کریم علیہ التحیۃ والسلام سے ثابت ہیں مگر اذان کے بعد ثابت ہیں اذان کے اندر حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی جگہ یہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اپنا اجتہاد ہے۔ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کا کلم بخاری شریف جلد اول صفحہ ۸۸ پر موجود ہے مؤذن کو کہ ”ان یقول فی اثرہ“ یعنی اذان کے بعد کہنا ہے۔ ”الاصلوا فی الرحال“ اسی طرح علمائے امت نے بھی حدیث ابن عباس کی وجہ سے اگرچہ اذان کے اندر حی علی الفلاح کے بعد الاصلوا فی الرحال کہنے کو جائز کہا لیکن احسن یہی قرار دیا کہ اذان کے بعد ہوتا کہ اذان کے الفاظ و نظم اپنی وضع اور اصل حالت پر قائم رہیں اور حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کہ جگہ بدل کر ”الاصلوا فی الرحال“ کہنے کو اگر غریب یعنی بہت زیادہ غریب قرار دیا اور غریب کا مطلب ہی یہی ہے کہ یہ صرف حضرت ابن عباس کا اجتہاد ہے جس میں ان کی ہمنوائی دیگر کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے نہیں کی ہے۔ الاصلوا فی الرحال کے کلمات چونکہ خود حضرت شارع علیہ السلام سے ثابت ہیں لہذا حضرت ابن عباس نے اذان کے اندر ان کے جواز کا قول کیا اور عمل بھی کیا۔

لہذا بارش و آندھی یا تاریکی والی رات میں اذان کے اندر الاصلوا فی الرحال اور فجر کی اذان میں الصلوٰۃ خیر من النوم نبی علیہ السلام سے ثابت ہونے کی وجہ سے جائز و درست ہیں ان کے علاوہ کوئی دیگر کلمات اذان کے اندر کہنے ہرگز ہرگز

جائز نہیں جیسے اذان میں شہادتین کے بعد سیدنا مولیٰ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت و ولایت کی شہادت اذان کے اندر دینا یہ جائز نہیں بلکہ اذان میں اضافہ ہوگا۔

نتیجہ بحث

یہ نکلا کہ خود حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم آپ کے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور علمائے امت سے پوری صراحت سے ثابت ہو گیا کہ ضرورت کے وقت اذان کے بعد الا صلوا فی الرحال کہنا دومرتبہ مؤذن کا قطعاً جائز و ثابت ہے۔ چنانچہ اسی سے ثابت ہو گیا کہ ضرورت کے وقت اگر کچھ کلمات اذان کے بعد مؤذن کہہ دے تو جائز ہے اس سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جاتا۔

۲۔ ابو داؤد شریف جلد اول صفحہ ۸۴ باب الاذان فوق المنارة (مطبوعہ مکتبہ حقانیہ۔ ملتان) پر ہے:-

حدثنا احمد بن محمد بن ايوب ثنا ابراهيم بن سعد عن محمد بن اسحق عن محمد بن جعفر بن الزبير عن عروة بن الزبير عن امرأة من بني النجار قالت كان بيتي من اطول البيت كان حول المسجد فكان بلال يؤذن عليه الفجر فياتي بسحر فيجلس على البيت ينظر الى الفجر فاذا راه تمطى ثم قال اللهم اني احمدك واستعينك على قريش ان يقيموا دينك قالت ثم يؤذن قالت واللّٰه ما علمته كان تركها ليلة واحدة يعني هذه الكلمات

یعنی حضرت عروۃ بن زبیر بنونجار کی ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ فرماتی ہیں کہ مسجد نبوی شریف کے ارد گرد گھروں میں میرا گھر سب سے اونچا تھا۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ فجر کی اذان میرے گھر کی چھت پر دیتے تھے آپ بحر میں ہی تشریف لاتے اور گھر کی چھت پر بیٹھ کر طلوع فجر کا انتظار کرتے جب فجر کو دیکھتے تو انگریزی لیتے اور یہ دعائیہ کلمات پڑھتے اللھم انی احمدک واستعینک علی قریش ان یقیموا دینک یعنی اے اللہ! میں تیری حمد بیان کرنا ہوں اور تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں قریش کے متعلق تا کہ وہ تیرا دین قائم کر دیں۔

پھر آپ اذان پڑھتے وہ صحابیہ فرماتی ہیں اللہ کی قسم میرے علم میں نہیں حضرت بلال نے کسی بھی اذان فجر سے پہلے یہ کلمات ترک کیے ہوں۔ یعنی ہمیشہ اذان فجر سے پہلے یہ دعائیہ کلمات پڑھ کر ہی اذان فجر دی۔

بنونجار کی یہ صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کون تھیں؟

طبقات ابن سعد جلد ۸ صفحہ ۴۲۰ مطبوعہ دارالاحیاء بیروت پر ہے:-

اخبرنا محمد بن عمر حدثنی معاذ بن محمد عن یحییٰ بن عبد اللہ بن عبد الرحمن بن سعد بن زرارہ قال اخبرنی من سمع النوار ام زید بن ثابت تقول کان بیتی اطول بیت حول المسجد فکان بلال یؤذن فوقہ السخ نتیجہ یہ نکلا کہ یہ بنونجار کی صحابیہ حضرت نوار ہیں جو کہ جلیل القدر انصاری صحابی حضرت سیدنا زید بن ثابت کی والدہ محترمہ ہیں اور ان کا سلسلہ نسب طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۳۱۹ پر یوں ہے:- النوار بنت مالک بن صرمہ بن مالک

بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار وامها سلمی بنت عامر بن مالک بن عدی بن عامر بن غنم بن عدی بن النجار تزوجها ثابت بن الضحاك۔ الخ

واضح ہوا کہ یہ صحابیہ حضرت نوار بنت مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہیں۔ حضرت سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اذان سے قبل دعائیہ کلمات ہمیشہ پڑھنے والی اس حدیث کے متعلق حافظ ابن حجر عسقلانی (المتوفی ۸۵۲ھ) فتح الباری شرح صیح البخاری جلد ۲ صفحہ ۱۰۳ مطبوعہ مکتبہ سلفیہ پر ارشاد فرماتے ہیں:-

روایت عروۃ عن امراة من بنی النجار قالت کان بلال یجلس علی بیتی وهو اعلیٰ بیت فی الملینة فاذا رأى الفجر تمطاء ثم اذن اخرجه ابوداؤد و اسنادہ حسن۔

یعنی حضرت نوار بنت مالک نجاریہ والی یہ حدیث جس کی تخریج ابوداؤد نے کی حسن اسناد سے مروی ہے۔

علامہ جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف الزلیعی (المتوفی ۷۱۲ھ) تنصب الرایۃ فی تخریج احادیث الہدایۃ جلد اول صفحہ ۳۶۲ (مطبوعہ نوریہ رضویہ۔ لاہور) پر فرماتے ہیں:- حدیث آخر اجر جہ ابوداؤد عن ابن اسحق عن محمد بن جعفر بن الزبیر..... والذی یقال فی هذا الخبر انه حسن۔ یعنی ابوداؤد کی تخریج کردہ یہ حدیث، حدیث حسن ہے۔

اعتراض:- اس سند میں محمد بن اسحاق موجود ہیں جو کہ مدلس ہیں اور محمد بن جعفر سے

انہوں نے عن سے روایت کی ہے لہذا حدیث ضعیف ہوئی۔

یو اسب :- امام محمد بن عبد الملک بن ہشام العافری (المتوفی ۲۱۳ھ) سیرت ابن

ہشام ص ۱۵۱ (مطبوعہ دار الکتاب العربی بیروت) پر اس حدیث کو باقاعدہ تحدیث

سے ہی بیان کرتے ہیں چنانچہ فرمایا: ما کان یدعوبہ بلال قبل الفجر قال ابن

اسحاق وحديثي محمد بن جعفر بن الزبير عن عروة بن الزبير عن امرة

من بنی النجار قالت کان بیتی من اطول بیت حول المسجد "الحديث

آپ درج بالا سند یکمیں اس میں محمد بن اسحاق فرماتے ہیں "حدثني محمد بن

جعفر الزبير " لہذا تحدیث تصریح کے ساتھ ثابت ہوگئی۔

غیر مقلد وہابی علماء کے مایہ ناز امام علامہ ناصر الدین البانی اپنی کتاب "ارو الغلیل

فی تخریج الاحادیث منار السبیل" جلد ۱ صفحہ ۲۴۷ پر فرماتے ہیں:-

نعم صرح ابن اسحاق بالتحلیث فی سیرة ابن هشام (۵۶۱/۲) فزال

بذلك شبهة تدلیسہ وعاد التحلیث حسنا . وقد حسنه ابن دقیق العید

فی الامام کما فی نصب الراية (۲۸۷/۱) ہاں بے شک ابن اسحاق نے تحدیث

کی صراحت بھی کی ہے سیرت ابن هشام (۵۶۱/۲)۔ پس اس سے اس کی

تدلیس کا شبہ زائل ہو گیا۔ اور حدیث حسن ہوگئی اور بے شک ابن دقیق العید نے الامام

میں اس روایت کو حسن کہا ہے جیسا کہ نصب الراية (۲۸۷/۱) میں ہے۔

واضح ہوا کہ محمد بن اسحاق اگر سماع کی صراحت کر دیں تو حدیث صحیح ہو جاتی ہے جب کہ

حافظ ابن حجر اور علامہ زبیلی نے اس حدیث مذکور کا حسن ہونا واضح کیا ہے جیسا کہ

نصب الراية ، فتح الباری میں ہے۔

امام محمد بن عبد الملک بن ہشام (المتوفی ۲۱۳ھ) سیرت ابن ہشام جلد ۲ صفحہ ۱۵۱ پر حدیث بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا عنوان ہی یہ قائم کرتے ہیں۔
 ماکان یدعو بہ بلال قبل الفجر یعنی حضرت بلال اذان فجر سے قبل کیا دعائیں کرتے تھے؟

بہر حال درج بالا حدیث شریف سے قطعاً ثابت ہے کہ حضرت نواری بنت مالک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے علم کے مطابق سیدنا بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہمیشہ اذان فجر سے پہلے دعائیہ کلمات پڑھتے رہے۔ جس سے یقینی طور پر ثابت ہو گیا کہ اذان سے قبل اگر دعائیہ کلمات عند الضرورت پڑھے جائیں تو یہ جائز ہے۔ اس سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جاتا۔

درج بالا حدیث حسن سے ثابت ہو جاتا ہے کہ حضرت سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جانتے ہیں کہ قریش عرب کا سب سے زیادہ عزت مند قبیلہ ہے اگر یہ تمام مشرف بہ اسلام ہو جائیں تو اسلام کو جزیرہ عرب میں قائم کر دیں گے۔ اسلام کو تقویت ملے گی لہذا اس ضرورت کے پیش نظر جب تک یہ ضرورت درپیش رہی وہ اذان سے قبل یہ دعا مانگتے رہے جس کو خواتین گھروں میں سنتی رہیں اور آگے روایت کرتی ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں کبھی منع نہ فرمایا۔ کسی صحابی نے اعتراض نہ کیا۔ جس سے واضح ہوا کہ کسی ضرورت کے پیش نظر مؤذن اذان سے پہلے دعائیہ کلمات پڑھ سکتا ہے اس سے اذان میں اضافہ نہیں ہو جائے گا۔ اسی طرح عذر کے وقت ”الصلوة فی الرحال“ والی احادیث سے ثابت ہوا کہ بوقت ضرورت اذان کے بعد بھی اگر کلمات پڑھے جائیں گے تو اذان میں اضافہ متصور نہ ہوگا۔

قرآن وحدیث سے ثابت ہے کہ احکام ”قیاس شرعی“ سے بھی ثابت ہوتے ہیں لہذا عبیدیوں اور اسماعیلیوں نے جب ایک بدعت سینہ نکالی تو اس کے رد کے لیے ضابطہ شرعیہ کے تحت علمائے اکابر نے اذان سے پہلے یا اذان کے بعد حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم پر درود و سلام کو جائز قرار دیا۔ جو کہ سوائے وہابی سلطنتوں کے تمام عالم اسلام میں صدیوں سے جاری و ساری ہے اور جیسا کہ گذر چکا بڑے بڑے اکابر علماء نے اس کے جائز ہونے کی تصریح فرمائی ہے۔

اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے عدم جواز کے قائلین کے کچھ سوالات

سوال :- کیا فقہ حنفی کی معتبر کتب میں یہ مسئلہ موجود ہے؟

جواب :- جی ہاں: درمختار ، ردالمحتار ، حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح جیسی کتب معتبرہ حنفیہ کے اندر اس مسئلہ کی پوری وضاحت موجود ہے۔

فتاویٰ دارالعلوم دیوبند کو کیا کہ تمام کا تمام ردالمحتار کا ترجمہ ہی ہے اگر وہ معتبر نہیں تو فتاویٰ دیوبند کا ہر صفحہ ردالمحتار کے حوالوں سے کیوں بھرا ہوا ہے؟

سوال :- کتب فقہ حنفیہ میں اس کا کیا حکم بیان ہوا ہے؟

جواب :- الدر المختار مع ردالمحتار جلد ۲ صفحہ ۷۱-۷۲ (مطبوعہ کوئٹہ) پر فرمایا التسليم بعد الاذان وهو بدعة حسنة۔ یعنی اذان کے بعد سلام پڑھنا بدعت حسنہ ہے۔

ردالمحتار یعنی فتاویٰ شامی جلد نمبر ۲ صفحہ ۷۱ (مطبوعہ کوئٹہ) پر ہے:-

والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة۔

یعنی درست ترین قول یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے۔

علامہ شامی علیہ الرحمۃ نے یہی بات فقہ حنفی کی کتاب ”النہر الفائق“ کے حوالہ سے بھی لکھی ہے۔

فقہ حنفی کی معتبر کتاب حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح صفحہ ۱۵۵ مطبوعہ نور محمد کراچی پر علامہ سید احمد طحطاوی حنفی (المتوفی ۱۲۳۱ھ) فرماتے ہیں:-

والصواب من الاقوال انها بدعة حسنة - کہ صحیح ترین بات یہ ہے کہ یہ بدعت حسنہ ہے انہوں نے مزید ”الدرة المنیفة“ کا حوالہ دیا ہے۔ درج بالا حوالہ جات سے واضح ہوا کہ فقہ حنفی کی کئی کتابوں میں (جیسے درمختار، ردالمحتار، النہر، درة منیفة، طحطاوی وغیرہا) یہ مسئلہ موجود اور اسے بدعت سنیہ نہیں بلکہ بدعت حسنہ قرار دیا ہے۔

بدعت حسنہ کا حکم شرعی

صحیح مسلم شریف جلد اول صفحہ ۳۲۷ کتاب الزکوۃ (مطبوعہ

قدیمی کتب خانہ کراچی) پر حضرت سیدنا جریر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی حدیث صحیح ہے کہ:-

”فقال رسول الله صلى الله تعالى عليه واله وسلم من سن في الاسلام سنة حسنة فله اجرها واجر من عمل بها بعده من غير ان ينقص من اجورهم شئ ومن سن في الاسلام سنة سيئة كان عليه وزرها ووزر من عمل بها من بعده من غير ان ينقص من اوزرهم شئ“

یعنی ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے اسلام میں کوئی اچھا طریقہ نکالا اللہ تعالیٰ اس کو اس اچھے طریقے نکالنے کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔ اور اس کے بعد جتنے لوگ اس اچھے طریقے پر عمل کریں گے ان سب کا مجموعی ثواب بھی پہلے شخص کو ملے گا اور ان بعد کے عمل کرنے والوں کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہ ہوگی اور جس شخص نے اسلام میں کوئی نیا بر طریقہ نکالا اس کا اس کو گناہ ہوگا اور جتنے لوگ بعد میں عمل کریں گے ان سب کا مجموعی گناہ بھی ہوگا اور ان عمل کرنے والوں کے گناہ میں بھی کوئی کمی نہ کی جائے گی۔

حدیث درج بالا میں فرمایا گیا ہے کہ جو اسلام میں سنت حسنہ نکالے گا۔ اللہ تعالیٰ اسے اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور جو اسلام میں ”سنت سنیہ“ نکالے گا اللہ تعالیٰ اس کا گناہ اسے عطا کرے گا۔ ظاہر ہے کہ میرے آقائے کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی کوئی بھی سنت سنیہ (بری) نہیں ہو سکتی جو شخص نبی علیہ السلام کی کسی سنت کو سنیہ جانے گا وہ فوراً کافر ہو جائے گا لہذا واضح ہوا کہ اس حدیث شریف میں لفظ سنت اصطلاحی نہیں بلکہ لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی راہ اور طریقہ کے معنی میں۔

لہذا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں اچھا طریقہ جاری کرنے کا اجر و ثواب ہے۔ اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے متعلق علمائے احناف، علمائے شافعیہ، علمائے حنبلیہ و علمائے مالکیہ نے ”بدعت حسنہ“ کا حکم شرعی بیان فرمایا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علمائے امت کے نزدیک یہ کام باعث اجر و ثواب ہے۔

اسلامی تعلیمات کے مطابق اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام فرض، واجب یا سنت نہیں بلکہ ایک جائز اور اچھا کام ہے اللہ کی بارگاہ سے اس پر اجر و ثواب ہے۔

اس امت کے فرائض میں سے ہے کہ:- تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

(القرآن) یعنی یہ امت سب امتوں میں سب سے اعلیٰ و افضل ہے جو کہ باقی انسانیت کی رہنمائی کے لئے نکالی گئی ہے یہ امت ہمیشہ بھلائی کا حکم کرتی ہے اور برائی سے منع کرتی ہے۔

قیاس شرعی کی روشنی میں اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام ایک معروف اور نیکی کا کام ہے جس پر اجر و ثواب ہے لہذا امت میں اس کو جاری بھی رکھا جائے گا اور اس کے متعلق لوگوں کو بتایا بھی جائے گا۔ جو لوگ رات، دن اس کے خلاف بڑی شدت کا مظاہرہ کر رہے ہیں ان کا یہ عمل کسی حد تک درست تو تب ہوتا جب یہ منکر اور بری بات ہوتی حالانکہ دلائل شرعیہ کی روشنی میں یہ اچھا اور نیکی کا کام ہے۔ لہذا ایسے لوگ نیکی کو برائی اور معروف کو منکر بنانے پر عمل پیرا ہیں اور یہ دین میں تبدیلی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہدایت عطا فرمائے۔

سوال ۴: قرآن اور حدیث سے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام دکھایا جائے؟

جواب ۴: قرآن اور حدیث شریف نے ہی ارشاد فرمایا ہے کہ ”اصول شریعت“ چار ہیں۔ قرآن پاک، حدیث پاک، اجماع امت اور قیاس شرعی۔

میرے آقائے کریم علیہ السلام نے حدیث صحیح کے مطابق ضرورت کے وقت اذان کے بعد ”الا صلوا فی الحال“ کا حکم دیا۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے مؤذن سیدنا بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب تک ضرورت رہی اذان سے پہلے قریش کے متعلق دعائیہ کلمات ہمیشہ پڑھتے رہے۔ جس سے اصول حاصل ہو گیا کہ عند الضرورت اذان سے پہلے یا اذان کے بعد امیر المؤمنین یا فقیہ وقت حکم جاری کرے گا کچھ مخصوص کلمات کے کہنے کا تو اس سے اذان میں اضافہ بھی نہ

ہوگا اور یہ امر بذریعہ قیاس شرعی قطعاً جائز بھی ہوگا جیسا کہ علمائے اسلام نے اپنی معتبر کتب میں اسکی تصریح و وضاحت فرمائی ہے۔

عبیدیوں کے فتنہ کو ختم کرنے کے لیے سلطان اسلام صلاح الدین ایوبی جیسی عظیم علمی ہستی نے ۵۶۷ھ میں اذان کے ساتھ مصر و شام میں صلوٰۃ و سلام شروع کروایا اور تمام علماء و فقہائے وقت نے تائید کی۔ پھر تمام عالم اسلام میں حکمرانان اسلامی کے حکم اور علمائے وقت کی تائید سے ۷۹۱ھ میں یہ سلسلہ شروع ہوا۔ چونکہ قیاس شرعی کا تقاضا ہے کہ اذان سے پہلے یا بعد میں ایسا کرنا جائز ہے۔ قیاس کا حکم قرآن و حدیث نے دیا۔ لہذا مسئلہ قرآن و حدیث کی روشنی میں بالکل جائز ہے۔

حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کے دور مبارک ظاہری، صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم کے ادوار مبارکہ میں طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی سعی دوسری تیسری منزل پر نہ ہوتی تھی زمین سے اوپر کی منازل میں طواف اور سعی کے متعلق کون سی آیت یا حدیث شریف ہے؟ یقیناً قیاس شرعی سے ہی مسئلہ واضح ہو اور نہ لاکھوں مسلمانوں کے حج و عمرہ کا کیا حکم ہوگا؟

سوال :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف کے مؤذنین کے عمل سے اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کو ثابت کیا جائے؟

جواب :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف کے ہی مؤذن سیدنا بلال رضی اللہ عنہ اذان سے قبل دعائیہ کلمات پڑھتے تھے اور صلوٰۃ و سلام افضل ترین دعا ہے۔ (جلاء الافہام از علامہ ابن قیم جوزیہ صفحہ نمبر ۲)

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی مسجد شریف میں اذان میں الاصلوا فی رحالکم پڑھوایا تھا۔ (مسلم شریف) ۹۱ھ سے لے کر تقریباً ۱۳۲۲ھ تک مسجد نبوی شریف علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام میں اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام جاری رہا ہے جسے وہابی حکومت نے آ کر ختم کیا۔ وہابیوں کے متعلق ۶۸ علمائے دیوبند کا فتویٰ ”المہند“ ان کی کتاب میں ملاحظہ فرمایا جائے۔

سوال :- حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے اپنے مؤذنین کو اذان کے ساتھ صلوٰۃ وسلام پڑھنے کا صریح حکم دیا ہے؟

جواب :- کیا یہ اصول ہے کہ امت کے لیے صرف اور صرف وہی کام جائز ہوگا۔ جس کا حکم حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم نے صریح الفاظ میں دیا ہو؟ اگر ایسا ہی ہے تو۔

۱۔ رمضان المبارک کی ہر رات میں ترویج باجماعت پڑھنے کا صریح حکم کسی ایک حدیث شریف میں دکھایا جائے۔

۲۔ جمعہ المبارک کی موجودہ دور کی پہلی اذان کا حکم صریح دکھایا جائے۔

۳۔ خاص طور پر علمائے دیوبند سے یہ سوال ہے کہ الفاظ کے ساتھ نماز کی نیت کا حکم صریح دکھایا جائے۔

۴۔ وضو میں علمائے دیوبند گردن کے مسح کا حکم صریح دکھائیں۔

۵۔ نمازوں کے اوقات اپنے اپنے سینڈ رڈ ٹائم کے مطابق جاری کرنے کا حکم صریح

دکھائیں۔

۶۔ مساجد کے مینار بنانے کا حکم صریح دکھائیں۔

۷۔ مدارس کے مختلف نام رکھنے کا حکم صریح دکھائیں۔

۸۔ مقدار الحیۃ کے متعلق حکم صریح دکھائیں۔

۹۔ ختم ہائے بخاری شریف کے متعلق حکم صریح دکھائیں۔

۱۰۔ طواف کعبہ اور صفا و مروہ کی سعی زمین سے اوپر کی منازل میں ہونے کا حکم صریح

دکھائیں۔

شریعت اسلامیہ کے بے شمار احکام اگر نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم صریح کے

بغیر اصول شرع کی روشنی میں جائز ہو سکتے ہیں تو اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام کے مسئلہ

پر ہی مخالفین ”حکم صریح“ کا مطالبہ کس بنیاد پر کرتے ہیں؟

اگر تو آپ نے اپنی جانب سے نئے نئے اصول گھڑ کر ایک نیا دین قائم کر رکھا ہے تو

انگ بات ہے ورنہ اسلامی شریعت کے اصول پہلے دیکھ لیا کریں اس کے بعد ان

اصولوں کے دائرے میں کسی بھی مسئلہ کی تحقیق فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ تمام امت مسلمہ کو ایسا حوصلہ عطا فرمائے کہ موجودہ دور زوال میں ایک

دوسرے کی بات توجہ سے سن کر اس کا وزن کر کے درست بات کو مان سکیں اور جس کا رد

کرنا ہے۔ من گھڑت اصولوں سے نہیں بلکہ شریعت اسلامیہ کے دیے گئے اصول

و ضوابط سے اس کا رد کر سکیں تاکہ اتحاد امت پیدا ہو سکے اور اسلام کے سیاسی و معاشی

غلبہ کا ہدف حاصل ہو سکے۔ آمین یا رب العالمین و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر

خلقه سیدنا و مولانا محمد و علی الہ واصحابہ اجمعین۔

حررہ محمد شوکت علی سیالوی غفرلہ

۵۔ رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ، 16۔ اگست 2010ء

_____جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔_____

نام کتاب فیضانِ حضور پیر پٹھان برائے تحریر۔ پ نعمانی رمضان
یعنی

اذان کے ساتھ صلوٰۃ و سلام

مصنف علامہ مفتی محمد شوکت علی سیالوی مدظلہ العالی

خانوال

اشاعت بار اول رمضان المبارک ۱۴۳۱ھ بمطابق اگست 2010ء

1100

تعداد

32

صفحات

محمد صفدر علی صابر، محمد شمس الحق چشتی۔ کبیر والا

سعادت کمپوزنگ

صفدر صابر کمپوزنگ پوائنٹ نزد گری کالج ملتان روڈ

طبع

کبیر والا۔ 0300-7892820

20 روپے

قیمت

ناشر

بزمِ غلامانِ پیر سیال لہال۔ خانوال